علامہ سید سلیمان ندویؒ کی علمی و تصنیفی خدمات کا جائزہ

Review of academic and literary services of Allama Syed Selman Nadvi

Dr Umme Salma
Lecturer, Institute of Education and Research
University of the Punjab, Lahore
Email: ummesalma.ier@pu.edu.pk

ABSTRACT

Renowned writer, poet, researcher, critic, biographer, education expert and biographer Allama Syed Sulaiman Nadvi (1884 to 1953) Syed Sulaiman Nadvi was the dearest disciple and successor of Allama Shibli Nomani, he served the religion and nation and fulfilled the dreams of Allama Shibli. He used all his abilities to interpret the shame. You were a distinguished scholar of religion, a distinguished historian, a visionary thinker and a high-minded writer. It covers various aspects, Maulana was a great researcher, a great writer and a great scholar and commentator, In 1943, he wrote "Hayat Shibli" according to the teacher's will, in addition to "Sirat Hzrat Aisha (Razi Allah Anha)", the biography of the Prophet (peace be upon him) for children entitled" Rahmat Alam", Khayyam, Sailing of the Arabs and the Arabs of India. Relationships, etc. are his famous and important works which he wrote during his stay at Darul Munsafin. Darul Munsafin was actually not the name of a building, but a corner of peace was prepared for the mental and intellectual training of Muslim youth during this era. There are hundreds of articles of Syed Sahib, among them, a collection of literary articles published by Darul Musafinin Azamgarh in three volumes (historical, scientific, religious) under the name of "Maqalat" Sulaiman was published in 1939 under the name "Naqosh Soleimani," The first two volumes of Sirat-ul-Nabi ﷺ were completed during Allama Shibli's lifetime, but they could not get the opportunity to publish them. After his death, Syed Sahib published the first volume in 1918, the second volume in 1920, and the third volume in 1924. The fourth volume was published in 1932, the fifth volume in 1935 and the sixth volume in 1938.

Key words: writer, poet, researcher, critic, biographer, education, distinguished historian

تعارف:

نامور ادیب، شاعر، محقق، نقاد، سوانح نگار، ماہر تعلیم اور سیرت نگار علامہ سید سلیمان ندوی (1884ء تا 1953ء) سید سلیمان ندوی علامہ شبلی نعمانی کے عزیز ترین شاگرد اور جانشین تھے، انہوں نے دین وملت کی خدمت

اور علامہ شبلی کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرنے میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو لگا دیا۔ آپ ایک متبحر عالم دین، ایک مایہ ناز مورخ، ایک صاحب بصیرت مفکر اور بلند خیال ادیب تھے، آپ کی ممتاز خدمات کا دائرہ تاریخ و سیرت، ادب و تنقید قرآن و فقہ لسانیات و صحافت اور سلوک و معرفت کے متنوع پہلوؤں پر محیط ہے۔

"سید صاحب صفر 1302ء بمطابق نومبر 1884ء میں جمعہ کے دن پیدا ہوئے ان کے دادا امیر محمدی اس وقت حیات تھے آپ نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی آپ کے بھائی بھی تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے ان سے بھی آپ نے مدد حاصل کی۔"[1]

مولانا حبیب سے بھی ابتدائی تعلیم حاصل کی، مولانا حبیب کو گاؤں کی مسلمان خواتین کے دینی اصلاح کی دُھن تھی اور غالباً اس دور بینی کی وجہ سے تھی کہ ایک عورت کی اصلاح دراصل ایک گھر کا بناؤ ہے اس کے لئے مولانا نے ہفتہ وار مجالس وعظ کا سلسلہ جاری فرما رکھا تھا، اور باوجود یہ کہ خود ایک معروف عالم تھے وعظ کی صورت یہ اختیار فرمائی کہ جب خواتین جمع ہو جاتیں تو مولانا اسماعیل شہید کی تقویۃ الایمان کتاب اپنے زیر تربیت بھائی کے ہاتھ میں دے کر ان کو پردہ میں خواتین کے سامنے بٹھا دیتے۔ سید سلیمان ندوی خود فرماتے ہیں:

> "تقویۃ الایمان پہلی کتاب تھی جس نے مجھے دین حق کی باتیں سکھائی اور ایسی سکھائیں کہ اثنائے تعلیم میں بیسوں آندھیاں آئیں کئی خدشات کے طوفان آئے اگر اس وقت جو باتیں جڑ پکڑ چکی تھیں ان میں سے ایک بھی اپنی جگہ سے نہ ہل سکیں علم الکلام کے مسائل، غزالی رازی اور ابن رشد کے دلائل یکے بعد دیگرے نگاہوں کے سامنے سے گذرے مگر اسماعیل شہید کی تلقین اپنی جگہ پر قائم رہی"۔[2]

مولانا ابو حبیب سے ابتدائی تعلیم اور بنیادی تربیت پا کر حضرت والا اپنے والد ماجد کے پاس اسلام پورہ پہنچے، وہاں کچھ کتابیں ختم کی تھیں کہ 1899ء میں پھلواری شریف (پٹنہ) سے کچھ اور کتابوں کی تکمیل فرمائی مگر خانقاہ کے مبتدعانہ رسوم اور ہفتہ وار قوالی سے اجتناب کرتے تھے۔ آپ نے 1901ء میں ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا، یہاں انہیں مولوی عبد اللطیف سنبھلی، سید علی زینبی، مولانا حفیظ اللہ اعظمی اور مولانا فاروق چریا کوٹی وغیرہ جیسے یگانہ روزگار اساتذہ کی صحبت نصیب ہوئی جن سے آپ نے فقہ و فرائض، منطق و فلسفہ، حساب و جغرافیہ، اور صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے علمی و ادبی ذوق کو پراون چڑھانے میں جس شخصیت کا ہاتھ سب سے زیادہ رہا وہ مولانا فاروق چریا کوٹی کا ہے۔ سید صاحب کے اساتذہ میں سب سے اہم نام علامہ شبلی نعمانی کا ہے سید صاحب کی ان سے پہلی ملاقات 1904ء میں ہوئی، آپ کی علمی شخصیت کی تکمیل میں ان کا کردار بہت اہم ہے۔

"یہ پہلا موقع تھا کہ خاکسار اور مولوی ضیاء الحسن صاحب علوی ندوۃ میں زیر تعلیم تھے، مولانا کے حلقے میں بیٹھے اور مولانا نے اپنی بزرگانہ شفقت سے نوازا۔ مولوی محمد امین صاحب چریا کوٹی بھی اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ان دنوں ندوہ میں ٹھہرے تھے، وہ بھی حاضر رہتے تھے اور ان ہی نے سب سے پہلے مولانا سے مجھے روشناس کرایا"۔[3]

سیرت النبی ﷺ کی تصنیف کی تکمیل:

وفات سے پہلے علامہ شبلی سیرۃ النبی ﷺ کی تالیف میں مصروف تھے، بستر مرگ پر جب علامہ کو محسوس ہوا موت قریب آگئی ہے تو سیرت کا مسودہ کپڑے میں بند ھوا کر الماری میں مقفل کرادیا اعزہ کو وصیت کی کہ یہ مسودہ حمید الدین فراہی اور سید سلیمان ندوی کے سپرد کر دیے جائیں اور کسی کو ہرگز نہ دیئے جائیں اتفاق سے سید سلیمان ندوی علامہ شبلی کے پاس پہلے پہنچ جاتے ہیں، مولانا سید سلمان ندوی خود بیان کرتے ہیں کہ "مجھے کوئی تار نہیں ملا، لیکن بلا اطلاع خود دل نے زیارت کی کشش ظاہر کی اور میں صبح سویرے کسی سے کچھ کہے بغیر چل پڑا لیکن جب میں 15 نومبر کی شام کو پہنچا تو طاقت جواب دے چکی تھی، میں سرہانے کھڑا تھا میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے ، مولانا نے آنکھیں کھول کر حسرت سے میری طرف دیکھا دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا کہ اب کیا رہا؟ پھر زبان سے دوبارہ فرمایا اب کیا؟ اب کیا؟ لوگوں نے نے جواہر مہرہ گھول کر ایک چمچہ پلایا، جس سے جسم میں پوری طاقت آگئی تو معاہدے کے طور پر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا، سیرت میری تمام عمر کی کمائی ہے سب کام چھوڑ کر سیرت کو تمام کرو، میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ضرور ضرور"۔[4] اس کی تکمیل آہستہ آہستہ ہوتی رہی سید سلیمان اس کے متعلق لکھتے ہیں:

> "16 اگست 1918ء کو سیرۃ لنبی ﷺ کی دو جلدیں لے کر میں اس آستانہ (نواب سلطان جہاں بیگم) پر حاضر ہوا، جہاں آنکھیں اس کے دیدار کی سب سے زیادہ مشتاق تھیں، یعنی سرکار عالیہ ہز ہائنس بیگم صاحبہ بھوپال خلد اللہ نے تاریخ مقررہ پر باریابی بخشی یہ شرف یابی کا دوسرا موقع تھا۔ ہز ہائنس نے خود اپنے ہاتھوں سے دونوں جلدیں اٹھائیں اور فرمایا کہ الحمد للہ ، اتنا بڑا کام ہو گیا، پھر اس کی فہرست ملاحظہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ فہرست اتنی بڑی ہے تو کتاب کتنی بڑی ہے عرض کیا کہ یہ جلد تو کتاب کا چھٹا حصہ ہے، اس کے بعد دیر تک قومی ، تعلیمی اور مذہبی مسائل پر گفتگو فرماتی رہیں، سیرۃ النبی ﷺ کی بقیہ جلدوں کی طباعت کے لئے پریس کی ضرورت تھی اس کے لئے سید صاحب نے معارف میں تین ہزار کی اپیل کی اس سفر میں بیگم صاحبہ نے پریس کی خریداری کے لئے تین ہزار روپے مرحمت فرمائے۔"[5]

آپ فرماتے ہیں کہ "سیرۃ نبوی ﷺ کی تالیف و تدوین نے ذات نبوی ﷺ کے ساتھ ایک جذبہ محبت پیدا کر دیا۔"[6] "سیرت النبی ﷺ کی ابتدائی دو جلدیں علامہ شبلی کی زندگی میں مکمل ہو گئی تھیں مگر انہیں اشاعت کا موقع نہ مل سکا تھا، سید صاحب نے ان کی وفات کے بعد جلد اول 1918ء میں، جلد دوم 1920ء میں، تیسری جلد 1924ء میں، چوتھی جلد 1932ء میں، پانچویں جلد 1935ء میں اور چھٹی جلد 1938ء میں شائع ہوئی اور ساتویں جلد بھی لکھنا شروع کر دی تھی، دیباچہ کے علاوہ دو ابواب مکمل ہو گئے تھے مگر بعض اسباب کی بناء پر کام کو جاری نہ رکھ سکے اور استاد کی مانند وہ بھی اپنا کام ادھورا چھوڑ کر دنیا سے چلے گئے ان کی وفات کے بعد نامکمل جلد سید صباح الدین عبدالرحمن صاح نے اپنے دور نظامت میں اسے کتابی صورت میں شائع کیا۔"[7]

دارالمصنفین کی ذمہ داری:

"علامہ شبلی چاہتے تھے کہ دارالمصنفین کے نام سے ایسی اکیڈمی قائم کریں جو صرف تصنیف و تعلیم کا کام کرے علامہ کی خواہش تھی کہ یہ ادارہ دارلعلوم ندوۃ میں قائم ہو، علامہ شبلی کی کی وفات کے بعد آپ کے بعض شاگردوں نے استاد کے کام کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا بھوپال اور حیدر آباد سے دارالمصنفین کی مستقل آمدنی ساڑھے پانچ سو ماہوار ہو گئی، گیارہ حضرات کو دارالمصنفین کا رکن اساسی مقرر کیا گیا جن میں سید سلیمان ندوی بھی شامل تھے اسی ادارے سے معارف نامی رسالہ کی اشاعت شروع کی گئی معارف نے سینکڑوں علمی موضوعوں اور مسائل پر اور اسلامیات کی مختلف شاخوں پر مضامین کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع کر دیا جس سے اسلامی انسائیکلوپیڈیا مرتب کی جا سکتی ہے۔"[8]

دارالعلوم الندوۃ میں آمد:

"ابتدائی تعلیم کے بعد ندوۃ العماء میں آئے 1906ء میں تعلیم سے فراغت پائی اور بجا طور پر ندوۃ کے نامور فرزند قرار پائے، وہ یہاں استاذ بھی اور ماہنامہ الندوہ کے سب ایڈیٹر بھی تھے، بعد میں معتمد تعلیم بھی نامزد ہوئے، طلبہ کے لئے لغات جدیدہ بھی تیار کی، غرض وہ ندوہ سے مختلف حیثیتوں سے وابستہ رہے اور انہیں اخیر تک وہ مقام حاصل رہا جو سب کچھ کرنے کے باوجود ان کے اساتذہ کو نہ مل سکا یہاں سے مولانا ابوالکلام انہیں الہلال کے لئے کلکتہ لے گئے، اسی زمانے میں سر شیخ عبدالقادر کی کوششوں سے دکن کالج پونہ میں پروفیسر مقرر ہوئے۔"[9]

ابھی فارغ التحصیل ہو کر نکلے ہی تھے کہ الندوۃ جیسے بلند پایہ خالص علمی ماہنامہ کے نائب مدیر (سب ایڈیٹر) بنا دیئے گئے جس کی "ادارت صحافت تو برائے نام ہی تھی، اصل میں یہ ایک شعبہ تصنیف و تالیف تھا اسی لئے ہماشما کی ہمت ہی مقالہ نگاری کی نہیں پڑتی، 1907ء تا 1912ء کی مدت میں تین تین مرتبہ وقفہ وقفہ سے حضرت والا نے اس رسالہ کی ادارت سنبھالی اور اس شان سے کہ ان کے معاصر شہیر اور مدیر مولانا دریا آبادی گواہ ہیں کہ نگاہیں جس

شوق اور بیتابی سے مولانا شبلی کی تحریروں کی منتظر رہتی تھیں اس سے کچھ کم اشتیاق حضرت سلیمان کے بھی علمی افادات کا نہیں رہتا تھا، اس ڈھائی تین برس میں آپ نے جدید وقدیم عقلی و نقلی علوم وفنون پر ایسے بلند پایہ مضامین لکھے کہ اس آغاز ہی میں جدید قدیم دماغوں پر ان کی دھاک بیٹھ گئی اور وہ وہ علماء میں فرد فرید نظر آنے لگے۔ علامہ شبلی آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

"ندوۃ نے کیا کچھ نہیں کیا؟ صرف سلیمان کو پیدا کیا یہی کافی نہیں ہے، بلاشبہ وہ اپنی ذات میں ایک ادارہ تھے اور اس تخیل کی ایک جامع مانع تعبیر جس کو لفظ ندوۃ کی اصطلاح سے ادا کیا گیا تھا۔"[10]

1914ء کو جب علامہ شبلی نعمانی نے وفات پائی تو ان کے علمی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے پروفیسری کو خیر آباد کہہ کر اعظم گڑھ میں آستانہ شبلی پر آبیٹھے، اور استاذ کے حکم کی تعمیل میں سیرت النبی ﷺ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اور دارالمصنفین کا بنیادی خاکہ تیار کیا اور اس کو عملی جامہ پہنایا، سیرۃ النبی شائع کی، شبلی کے مقالات ،خطبات اور مکاتیب کی گیارہ جلدیں شائع کیں، شعر العجم کا آخری حصہ شائع کیا۔ آپ نے اپنے استاذ خاص مولانا شبلی نعمانی کے عظیم ترین احسانات کا شمار کرتے ہوئے بڑی احسان مندی اور اس کے ساتھ منت پذیری کا اظہار فرمایا ہے کہ:

"انھوں نے اپنی زندگی اور زندگی کے بعد بھی یہ شکل وصیت اس کو سرور کائنات فخر موجودات رحمت عالم، سید اولاد آدم محمد ﷺ کی سرکار اقدس میں جہاں وہ سب کے آخر میں پہنچے تھے ،سب سے اول پہنچایا، یعنی حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ کے مطالعہ ، جمع وتنقید و تالیف و تحقیق کی خدمت ابتداء ہی میں سپرد فرمائی جو بحمد اللہ یہاں اس لئے سعادت کا ذریعہ اور وہاں اس کے لئے آخرت کا ذخیرہ ہوگی"۔[11]

دارالمصنفین کی نظامت:

علامہ شبلی کی وفات کے تیسرے روز 21 نومبر 1914ء میں پانچ افراد پر مشتمل "اخوان الصفا" کے نام سے ایک مجلس تاسیس قائم ہوئی جس میں سید صاحب ناظم مقرر کئے گئے، سیرت کی تکمیل، کتب خانہ کا فروغ کتابوں کی تصنیف اور مصنفین کی تربیت دارالمصنفین کے مقاصد تھے چنانچہ سید صاحب نے ان پر توجہ دی 1916ء میں انہوں نے اپنی کتاب ارض القرآن جلد اول کی اشاعت سے کام کا آغاز کیا جو دراصل سیرت کی کتاب کا مقدمہ تھی مگر طویل ہو جانے کی وجہ سے انہوں نے اس کو الگ کتابی شکل میں شائع کروایا اسی سال انہوں نے مکاتیب شبلی مرتب کی 1943ء میں آپ نے استاد کی وصیت کے مطابق "حیات شبلی" تحریر کی، اس کے علاوہ "سیرت عائشہ "بچوں کے لئے سیرت نبوی ﷺ بعنوان رحمت عالم ﷺ، خیام، عربوں کی جہاز رانی اور عربوں وہند کے تعلقات وغیرہ ان

کی وہ مشہور اور اہم تصانیف ہیں جو انہوں نے دارالمصنفین کے دوران قیام لکھی تھیں دارالمصنفین در حقیقت کسی تعمیر کا نام نہ تھا بلکہ اس عہد میں مسلمان نوجوانوں کی دماغی و ذہنی تربیت کے لئے گوشہ امن تیار ہوا تھا۔

مجلہ معارف کا اجراء:

1916ء میں دارالمصنفین میں پریس لگ جانے کے بعد سید صاحب نے علامہ شبلی کے خاکہ کے مطابق دارالمصنفین کا ترجمان ماہنامہ "معارف" نکالنا شروع کیا، اس رسالے میں اہل قلم سے بلند پایہ مقالے لکھوائے جاتے ،اس کے علاوہ بھی مختلف موضوعات پر وقت اور حالات کے مطابق مضامین شائع ہوتے، جو اصلاح اور اخلاقی تربیت کے لئے شائع کئے جاتے، معارف میں شائع ہونے والے سید صاحب کے مضامین سینکڑوں ہیں ان میں "مقالات سلیمان" کے نام سے تین جلدوں میں (تاریخی، علمی، مذہبی) میں دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوئے ایک ادبی مقالات کا مجموعہ 1939ء میں "نقوش سلیمانی" کے نام سے شائع ہوا۔

ندوۃ میں شعبہ تعلیمات کی معتمدی:

"جب ندوۃ کے ناظم مولانا سید عبدالحی حسنیؒ کا انتقال ہو گیا تو ندوۃ کے منتظمین نے سید صاحب کو 1925ء میں ندوۃ کے معتمد تعلیم بنا دیئے گئے، آپ کا قیام اگرچہ دارالمصنفین اعظم گڈھ میں رہتا تھا لیکن پابندی سے ندوۃ آتے رہتے تھے اور وہاں کی تعلیمی ترقی، تعمیری اصلاحات، لائق و باکمال اساتذہ کے تقرر اور سالانہ جلسوں کے انعقاد کی طرف خصوصی توجہ دیتے تھے۔"[12] ندوۃ میں علماء کی تربیت کا جو نقشہ تجویز کیا گیا تھا اس کے خدو خال یہ تھے:

علماء میں ایثار نفس پیدا کرنا

انگریزی دان علماء پیدا کرنا

مذاق حال کے موافق علماء کے گروہ میں مقررین وارباب قلم پیدا کرنا تھا۔

اخلاق کے موضوع پر تصنیفات:

خلیق انجم اپنی کتاب میں سید سلیمان ندوی کے لکھتے ہیں کہ:

"مولانا سید سلیمان ندوی ان نابغہ روزگار ہستیوں میں ہیں جو کئی حیثیتوں سے علم و فن اور دین وادب کی مجلسوں کے صدر نشین رہے، وہ قرآنیات کے ایک متبحر عالم، فن حدیث کے جہری، فقہ و علم الکلام کے ایک ماہر نکتہ شناس اور تاریخ اور سیرت و مغاری کے میدان میں شہ نشین ہونے کے ساتھ ہی زبردست ادیب، اردو زبان کے ایک اچھے انشاء پرداز دین وادب اور مذہب واخلاق کے معلم بلکہ اپنے عہد کے استاد کل تھے ایک ادیب اور انشاء پرداز کی حیثیت سے تو وہ ممتاز تھے، ان سب ہی کتابوں اور مقالات میں ان کے ادب وانشاء کا مخصوص رنگ موجود ہے۔"[13]

"سیرت کی کتاب میں آپ نے اخلاق کو موضوع بنایا ہے اس سلسلہ میں سید صاحب کا بے نظیر کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے قرآن مجید سے اسلام کا اخلاقی فلسفہ مرتب کیا ہے جو اپنے طرز کی پہلی چیز ہے۔"[14]

سیرت النبی ﷺ کا موضوع اخلاق اور فلسفہ اخلاق ہے، حضور ﷺ کو معلمین اخلاق میں جو امتیاز حاصل ہے اسے بتفصیل بیان کیا گیا ہے، اس کے بعد صدق، احسان، عفو ودرگزر اور حلم وبردباری وغیرہ کی تعریف وتوصیف اور فضائل وکمال بیان کئے ہیں۔

"مولانا ایک بہت بڑے محقق، عظیم الشان مصنف اور زبردست عالم الدین اور مفسر تھے آپ ایک ہی وقت میں محقق بھی تھے مفکر بھی تھے اور مفکر کے ساتھ ساتھ محدث بھی تھے، فقیہ، مورخ اور فلسفی بھی تھے۔"[15]

"سیرۃ النبی ﷺ میں اسلام کی ایسی جامعیت وکاملیت اور اس کی تعلیمات کے حکم ومصالح کو اس طرح دیکھایا کہ گذشتہ تمام مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کا امتیاز نمایاں ہو جاتا ہے اور یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ انسانیت کی فلاح وسعادت کا آخری جامع وکامل اور دائمی عالمگیر مذہب اسلام ہی ہے، اس لحاظ سے سیرۃ النبی ﷺ جدید علم الکلام کی بڑی معرکۃ الآراء کتاب ہے اور اسلام کا ایسا کامل مرقع ہے جس میں اس کے سارے خدوخال نمایاں ہیں۔"[16]

"دنیا کے تمام مذاہب کی بنیاد اخلاق پر قائم ہے، اس دنیا میں جتنے پیغمبر اور مصلح آئے سب نے سچ بولنے کی تلقین کی اور جھوٹ بولنے سے منع کیا، انصاف وخیرات کو بھلائی ونیکی اور ظلم وچوری کو برائی قرار دیا ان کے اخلاق واعمال کو درست اور صاف ستھرا بنائیں۔"[17]

"سیرت النبی ﷺ کا موضوع اخلاق اور فلسفہ اخلاق ہے حضور ﷺ کو معلمین اخلاق میں جو امتیاز حاصل ہے بتفصیل اس کتاب کے اندر بیان کیا گیا ہے، اسکے بعد صدق، احسان، عفو ودرگزر اور حلم وبردباری وغیرہ کی تعریف وتوصیف اور فضائل وکمال بیان کئے ہیں اس جلد کا زیادہ تر تعلق حقوق العباد سے ہے اور اس جلد کے بارے میں سید مناظر احسن گیلانی نے تفصیلی تبصرہ کیا ہے جو معارف کی پانچ اشاعتوں میں شائع ہوا ہے۔"[18]

"ہر اچھے کام کے کرنے اور برائی سے بچنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ضمیر کا احساس بیدار اور دل میں خیر وشر کی تمیز کے لئے خلش ہو یہ تقوی ہے پھر اس کام کو خدائے واحد کی رضامندی کے سوا ہر غرض وغایت سے پاک رکھا جائے، یہ اخلاص ہے پھر اس کام کے کرنے میں صرف خدا کی نصرت پر بھروسہ رہے یہ توکل ہے اس کام میں رکاوٹیں اور دقتیں پیش آئیں یا نتیجہ مناسب حال برآمد نہ چاہا جائے یہ صبر ہے اور اگر کامیابی کی نعمت ملے تو اس پر مغرور ہونے کی بجائے اس کو خدا کا فضل وکرم سمجھا جائے اور جسم وجان وزبان سے اس کا اقرار کیا جائے اور اس قسم کے کاموں کے کرنے میں اور زیادہ انہماک صرف کیا جائے یہ شکر ہے۔"[19]

آپ اخلاق سے متعلق تمام اصطلاحات کی وضاحت کرتے ہیں:

تقویٰ:

"تقویٰ اصل میں قویٰ ہے عربی زبان میں اس کے لغوی معنی بچنے پرہیز کرنے اور لحاظ کرنے کے ہیں لیکن وحی محمدی ﷺ کی اصطلاح میں یہ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین پیدا کر کے، دل میں خیر و شر کی تمیز کی خلش اور خیر کی طرف رغبت اور شر سے نفرت پیدا کر دیتی ہے، دوسرے لفظوں میں وہ ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرتیں پیدا ہوتی ہے تقویٰ کا اصلی تعلق دل سے ہے اور وہ سلبی کیفیت (بچنا) کے بجائے ایجابی اور ثبوتی کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے وہ امور خیر کی طرف دلوں میں تحریک پیدا کرنا اور شعائر الٰہی کی تعظیم سے ان کو معمور کرتا ہے۔"[20]

توکل:

"توکل کے لفظی معنی بھروسہ کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں خدا پر بھروسہ کرنے کو کہتے ہیں لیکن کس بات میں بھروسہ کرنا، کسی کام کے کرنے میں یا نہ کرنے میں؟ جھوٹے صوفیوں نے ترک عمل، اسباب و تدابیر سے بے پروائی اور خود کام نہ کر کے دوسروں کے سہارے جینے کا نام توکل رکھا ہے حالانکہ توکل نام ہے کسی کام کو پورے ارادہ و عزم اور تدبیر و کوشش کے ساتھ انجام دینے اور یہ یقین رکھنے کا کہ اگر اس کام میں بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں ضرور ہی کامیاب فرمائے گا، توکل بے دست و پائی اور ترک عمل کا نہیں بلکہ اس کا نام ہے کہ پورے عزم و ارادہ اور مستعدی سے کام کو انجام دینے کے ساتھ اثر اور نتیجے کو خدا کے بھروسے پر چھوڑ دیا یہ سمجھا جائے کہ خدا مددگار ہے تو کوئی مہم کو ناکام نہیں کر سکتا۔"[21]

صبر:

"صبر کی حقیقت پر عوام کی غلط فہمی نے نوبرنو پردے ڈال رکھے ہیں وہ ان کے نزدیک بے بسی و بے کسی کی تصویر ہے اور اس کے معنی اپنے دشمن سے کسی مجبوری کے سبب سے انتقام نہ لے سکتا ہیں لیکن کیا یہ واقعہ یہی ہے؟ "صبر" کے لغوی معنی "روکنے" اور سہارنے" کے ہیں یعنی اس کے معنی بے اختیاری کی خاموشی اور انتقام نہ لے سکنے کی مجبوری کے نہیں بلکہ پامردی، دل کی مضبوطی اخلاقی جرات اور ثبات قدم کے ہیں"۔[22]

شکر:

"لغت میں شکر کے اصلی معنی یہ ہیں کہ جانور میں تھوڑے سے چارہ ملنے پر بھی تر و تازگی پوری ہو اور دودھ زیادہ دے" اس سے انسانوں کے محاورے میں یہ معانی پیدا ہوئے کہ کوئی کسی کا تھوڑا سا بھی کام کر دے تو دوسرا اس کی پوری قدر کرے، یہ قدر شناسی تین طریقوں سے ہو سکتی ہے دل سے، زبان سے اور ہاتھ پاؤں سے اس کے ان کاموں کے جواب میں ایسے افعال صادر ہوں جو کام کرنے والے کی بڑائی کا ظاہر کریں "شکر کی نسبت جس طرح

بندوں کی طرف کی جاتی ہے خدا نے قرآن مجید میں اپنی طرف بھی کی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کے ذرا ذرا سے نیک کاموں کی پوری قدر کرتا ہے اور ان کو ان کا پورا بدلہ دیتا ہے۔"[23]

تزکیہ:

قرآن مجید میں جا بجا آنحضرت محمد ﷺ کی تعریف میں یہ کہا گیا ہے:

وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ----- [24]

پیغمبر انہیں کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے اور کا تزکیہ نفس کرتا ہے۔

اس آیت میں دو لفظ فیصلہ کے قابل ہیں ایک پاک و صاف کرنا جس کو قرآن پاک نے تزکیہ کہا ہے اور دوسرا حکمت "تزکیہ کے لفظی معنی پاک و صاف کرنا، نکھارنا، میل کچیل دور کرنا ہیں، قرآن پاک نے اس لفظ کو اس معنی میں استعمال کیا ہے کہ نفس انسانی کو ہر قسم کی نجاستوں اور آلودگیوں سے نکھار کر صاف ستھرا کیا جائے، یعنی اس آئینے کے زنگ کو دور کر کے اس میں صیقل اور جلا پیدا کر دی جائے"۔[25]

حکمت:

حکمت کے لغوی معنی دانائی کی بات اور کام کے ہیں، سید صاحب نے تفصیل کے ساتھ اس لفظ کی بحث کی ہے جس کو سیرۃ النبی ﷺ جلد چہارم میں دیکھ لیا جائے انھوں نے ابن درید کی جمہرۃ، اللغۃ جوہری کی صحاح اللغۃ، ابن منظور کی لسان العرب، راغب اصفہانی کی مفردات اور اب جریر طبری کی تفسیر سے اس لفظ کے مختلف معانی نقل کئے ہیں ابن جریر نے اس لفظ سے وہ احکام الہی مراد لئے ہیں جو صرف رسول ﷺ کے بیان و تشریح سے معلوم ہوتے ہیں امام شافعیؒ کے نزدیک حکمت سے مراد سنت نبوی ﷺ ہے۔

"ائمہ لغت اور علماء قرآن کے ان اقوال پر ایک غائر نظر ڈالو تو معلوم ہو گا کہ یہ کل کے کل ایک ہی مفہوم کی مختلف تعبیریں ہیں اور ایک ہی حقیقت کی متعدد تفسیریں ہیں، حکمت عقل و فہم کی اس کامل ترین حقیقت کا نام ہے جس سے صحیح و غلط صواب و خطا، حق و باطل اور خیر و شر کے درمیان تمیز و فیصلہ بذریعہ غور و فکر دلیل و برہان اور تجربہ و استقراء کے نہیں بلکہ منکشفانہ طور سے ہو جاتا ہے اور اسی کے مطابق اس صاحب حکمت کا قول بھی ہوتا ہے"۔[26]

آپ حکمت کو اخلاقی تعلیمات سے جوڑتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:"حکمت کا لفظ قرآن پاک میں جہاں اس علم و عرفان کے معنی میں ہے جو نور الہی کی صورت میں نبی ﷺ کے سینے میں ودیعت رکھا جاتا ہے اور جس کے آثار و مظاہر رسول ﷺ کی زبان مبارک سے کبھی مصالح و اسرار اور کبھی سنن و احکام کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اس کا اطلاق اس

علم و عرفان کے ان عملی آثار و نتائج پر ہوتا ہے جن میں بڑا حصہ اخلاقی تعلیمات کا ہے۔ جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل اور سورۃ لقمان میں بیان ہوا ہے۔

وَقَضَيْنَآ إِلَىٰ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ فِي ٱلْكِتَٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي ٱلْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا [27]

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں وحی بھیجی کہ ضرور تم زمین میں دوبارہ فساد مچاؤ گے اور ضرور بڑا غرور کرو گے۔

وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا لُقْمَٰنَ ٱلْحِكْمَةَ أَنِ ٱشْكُرْ لِلَّهِ ۚ وَمَن يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ [28]

اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بے شک اللہ بے پرواہ ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہو گا کہ محمد ﷺ کی شریعت میں اخلاق کا مرتبہ اور پایہ یہ ہے کہ اس کو حکمت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے"۔[29]

سخاوت اور اسراف کی ممانعت:

آپ لکھتے ہیں کہ:"سخاوت کے حقیقی معنی "اپنے کسی حق کو خوشی کے ساتھ دوسرے کے حوالے کر دینے کے ہیں، اور اس کی بہت سے صورتیں ہیں۔ اپنا حق کسی کو معاف کر دینا، اپنا بچا ہوا مال کسی دوسرے کو دے دینا، اپنی ضرورت کا خیال کئے بنا کسی دوسرے کو دے دینا، اپنی ضرورت کو روک کر کسی دوسرے کو دے دینا، دوسرے کے لئے اپنے جسم کی قوت کو خرچ کرنا، اپنے دماغ کی قوت کو خرچ کرنا، اپنی آبرو کو خطرے میں ڈال دینا، اپنی جان کو خطرے میں ڈال دینا ، یہ سب سخاوت کی ادنی اور اعلی قسمیں ہیں جن کے امتیاز کے لئے الگ الگ نام رکھے گئے ہیں"۔[30]

امانت:

"اس سے مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے کاروبار میں ایمان دار ہو اور جس کا کسی پر جتنا ہو اس کو پوری دیانت سے رتی رتی دے دے اسی کو عربی میں امانت کہتے ہیں امانت کا دائرہ صرف روپے پیسے، جائیداد اور مالی اشیاء تک محدود نہیں جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں بلکہ ہر مالی، قانونی اور اخلاقی امانت تک وسیع ہے اگر کسی کی کوئی چیز آپ کے پاس رکھی جائے تو اس کو مانگنے پر یا یوں بھی اس کو جو کا توں دے دینا امانت ہے، اگر کسی کا حق آپ پر ہے تو اس کو ادا کرنا بھی امانت ہے، کسی کا کوئی بھید آپ کو معلوم ہے تو اس کو چھپانا بھی امانت ہے، کسی مجلس میں آپ ہوں اور کچھ باتیں آپ دوسروں کے متعلق وہاں سن لیں تو ان کو اسی مجلس تک محدود رکھنا اور دوسروں تک پہنچا کر فتنے اور ہنگامے کا باعث نہ بننا بھی امانت ہے کسی نے آپ سے اپنے کسی نجی

کام میں مشورہ مانگا تو اس کو سن کر تو اس کو سن کر اپنے تک ہی محدود رکھنا اور اس کو صحیح مشورہ دینا بھی امانت ہے اگر کوئی کسی کام پر نوکر ہے تو اس نوکری کی شرائط کے مطابق اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے وہ انجام دے تو یہ بھی امانت ہے"۔[31]

صلہ رحمی:

"آپس کے تعلقات میں ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کا جو برتاؤ کیا جاتا ہے اسی کو صلہ رحمی کہتے ہیں کیوں کہ قرابتوں کے سارے رشتے رحم مادری سے تشکیل پاتے ہیں اور رحم اور رحمان جو خدا کا نام ہے ایک ہی اصل سے مشتق ہیں اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ رحم کا جذبہ، رحمت والے (رحمان) خدا کی رحمت کا پرتو ہے اور اسی سے صلہ رحمی کا جذبہ دنیا میں پیدا ہوا ہے"۔[32]

عدل:

کسی بوجھ کو برابر دو حصوں میں اس طرح بانٹ دیا جائے کہ ان میں دو میں سے کسی میں بھی ذرا بھی کمی پیشی نہ ہو تو اس کو عربی میں عدل کہتے ہیں، اور اس سے وہ معنی پیدا ہوتے ہیں جن میں ہم اس لفظ کو اپنی زبان میں بولتے ہیں یعنی جو بات ہم کہیں یا جو کام اس میں سچائی کی میزان ایک طرف نہ جھکنے پائے اور وہی بات کہی اور وہی کام کیا جائے جو سچائی کی کسوٹی پر پورا اترے۔[33]

عہد اور عقد:

عام طور پر لوگ "عہد" کے معنی صرف قول و قرار کے سمجھتے ہیں لیکن اسلام کی نگاہ میں اس کی حقیقت بہت ہی وسیع ہے اور اس لحاظ سے یہ مختصر سا لفظ انسان کے بہت سے عقلی، شرعی، قانونی، اخلاقی اور معاشرتی فضائل کا مجموعہ ہے۔ لیکن عقد کا لفظ صرف معاملات سے تعلق رکھتا ہے اور عہد کا لفظ اس سے بھی زیادہ عام ہے یہاں تک کہ تعلقات کو اس ہمواری کے ساتھ قائم رکھنا بھی جس کی توقع ایک دوسرے سے ایک دو دفعہ ملنے جلنے سے ہوتی ہے حسن عہد میں داخل ہے"۔[34]

احسان:

عربی میں احسان کے معنی اچھا کام کرنے کے اور کسی کام کو اچھے طریقے سے کرنے کے ہیں اردو میں جن معنوں میں جن صیغوں میں ہم احسان کا لفظ بولتے ہیں عربی میں جب خاص معنی مراد ہوں گے تو عملا اس کا استعمال مشتقات میں کامیاب کے صلے کے ساتھ ہوگا قرآن پاک میں جہاں جہاں محسن یا محسنین یا محسنوں کے الفاظ بلاصلہ آئے ہیں، ان سے حسب موقع احسان کرنے، اچھے کام کرنے یا کام کو اچھائی سے کرنے کے معنی لئے جائیں گے، اس اچھے کام کرنے یا اچھائی سے کام کرنے کی وسعت میں احسان و کرم بھی داخل ہو سکتا ہے لیکن اس میں محدود نہیں"۔[35]

رفق ولطف:

رفق ولطف کے معنی یہ ہیں کہ معاملات میں سختی اور بخت گیری کی بجائے نرمی اور سہولت اختیار کی جائے، جو بات کی جائے نرمی سے، جو سمجھایا جائے وہ سہولت سے اور جو مطالبہ کیا جائے وہ میٹھے طریقے سے کہ دلوں کو موہ لے اور پتھر کو بھی موم کر دے"۔[36]

تواضع وخاکساری:

تواضع وخاکساری اور دنائت وپستی میں بڑا فرق ہے، تواضع وخاکساری کا منشاء یہ ہے کہ انسان میں کبر وغرور پیدا نہ ہو اور ہر شخص دوسرے کی عزت کرے اور دنائت وپستی کا مطلب یہ ہے کہ بعض ذلیل اغراض (خواہشات) کے لئے انسان اپنی خودداری کو کھو دے"۔[37]

استقامت:

استقامت کے لفظی معنی "سیدھا رہنے" یا "سیدھا چلنے" کے ہیں اور اس سے مقصود یہ ہے کہ جس بات کو حق سمجھا جائے اس پر قائم رہا جائے، مشکلیں پیش آئیں، مخالفتیں ہوں، ستایا جائے، ہر خطرے کو برداشت کیا جائے مگر حق سے منہ نہ پھیرا جائے اور اس راستے پر ثابت قدمی سے چلا جائے یہی استقامت ہے"۔[38]

استغناء:

استغناء کے معنی "بے نیازی" کے ہیں، اور ہر چیز سے بے نیازی ایک ایسا وصف ہے جو صرف اللہ تعالی ہی کو حاصل ہے، انسان کی بے نیازی یہ ہے کہ اس ذات بے نیاز کے سوا دوسروں سے بے نیاز ہو، اسلام کے آئین اخلاق میں اس استغنا اور بے نیازی کی تعلیم دو اصولوں پر قائم رہنے اول یہ کہ جو کچھ ملتا ہے اس کا دینے والا در حقیقت اللہ تعالی ہے اس لئے اس کے سوا کسی اور کے آگے ہاتھ نہ پھیلایا جائے، دوسرا اصول جس پر اسلامی استغناء کی بنیاد ہے قناعت ہے، یعنی یہ کہ کم سے کم جو ملا ہے اس سے طمانیت حاصل کی جائے اور زیادہ کی حرص اور لالچ نہ کیا جائے"۔[39]

نوجوانوں کی اخلاقی تربیت:

ندوۃ العلماء کی تحریک نے اپنے پیش نظر جو مقاصد رکھے وہ یہ تھے:

- علوم اسلامیہ کے نصاب کی اصلاح، بنیادی اصلاحات اور نئے نصاب کی تیاری۔
- ایسے علماء پیدا کرنا جو کتاب وسنت کے وسیع اور عمیق (گہرے) علم کے ساتھ جدید خیالات سے بخوبی واقف اور زمانے کے نبض شناس ہوں۔
- اتحاد ملی اور اخوت اسلامی کے جذبات کو فروغ دینا۔

- اسلامی تعلیمات کی اشاعت، بالخصوص وطن کو اس کی خوبیوں سے روشناس کرانا"۔[40]

آپ نے دار لعلوم میں عملی تربیتی نظام بھی مرتب کیا، تاکہ طالب علموں کی اخلاقی تربیت کی جائے، اس کے مطابق طے ہوا کہ نماز عصر کے بعد طلباء مدرسے کے احاطے میں کوئی جسمانی ورزش بھی کیا کریں گے مثلا گھوڑے کی سواری کرنا، بندوق چلانا، تیرنا وغیرہ اور اس کی باقاعدہ مشق ہوگی، اسی طرح کسب حلال کے لئے بعض صنعتی فنون کو سکھائے جانے کی تجویز ہوئی اور اس کا تعین طالب علموں کے رجحان اور مناسبت طبع پر موقوف رکھا گیا۔ 1945ء میں آپ نے فرمایا کہ:

"مسلمان وقت سے پہلے طوفان کا اندازہ کر لیں اور یہ سمجھ لیں کہ ان کو ایسی تعلیم درکار ہے جس سے مسلمان بھی باقی رہیں اور اس راہ میں جو غفلت سرکاری مدارس کے پہلے دور میں ہو چکی ہے وہ اس کے آنے والے دور میں نہ ہو اور اس کے لئے وقت سے پہلے مسلمانوں کا اپنی تعلیم کا مقصد اور ملکی تعلیم کے ساتھ ساتھ جو ناگزیر ہے اپنی مذہبی تعلیم کے شمول کا بندوبست کرنا ہے، تعلیم کی اہمیت بہت زیادہ بڑھی ہے، یہی وہ سانچہ ہے جس میں ملت کے نوجوان افراد ڈھل کر نکلتے ہیں، ان کی ذہنی تربیت، اخلاقی نشو نما، دماغی استعداد اور قلبی قوت یقین یعنی ساری ذہنیت اسی کے ذریعہ بنائی اور بگاڑی جا سکتی ہے، امت کو جیسے افراد کی ضرورت ہے وہ اسی کے ذریعہ تیار ہوتے اور ہو سکتے ہیں، خوب سمجھے کہ ہندویت کی طرح اسلامیت کوئی قومیت یا وطنیت نہیں ہے بلکہ وہ ذہنی یقین اور اعمال واخلاق کے ایک خاص طریق کا نام ہے، جس کی بقا تعلیم وتربیت کے سوا اور کسی ذریعہ سے ممکن نہیں، اس لئے اس کی بقا کے لئے تعلیم وتربیت کے ایک ایسے خاص نظام کی ضرورت ہے جو مسلمانوں کو مسلمان رہنے اور بننے میں مدد دے۔"[41]

قومی تعمیر وترقی کے اصول:

آپ نے قومی تعمیر وترقی کے اصولوں پر روشنی ڈالی: "اسلام میں بدر کا معرکہ جو تین سو تیرہ مسلمانوں کا کارنامہ ہے، ہر وقت پیدا کیا جا سکتا تھا، مگر بدر کے وقوع کے لئے تیرہ برس کے انتظار کی ضرورت پیش آئی اور جب تک ٹھونک بجا کر اور آزمائشوں کی آگ میں تپا کر ان کو دیکھ نہیں لیا گیا، ان کو معرکوں میں نہیں لایا گیا، اس سے اندازہ ہوگا کہ جماعتوں کی تعمیر صرف ضد اور ہٹ دھرمی، سب وشتم، طعن وطنز، شوروغل اور مختلف نعروں کے شعر پڑھنے اور چیخنے سے نہیں ہوتی، بلکہ مقصد کی بلندی اس سے عشق نما وابستگی، اس کے حصول وبقا کے لئے اعلی اخلاق

پختہ سیرت اور مضبوط کیر کٹر پیدا کرنا ضروری ہے، تاریخ میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جماعت اپنے وحشیانہ جوش اور شجاعت سے کسی مقصد کو حاصل کر لیا لیکن اس کی بقا کے لئے جو اخلاق اور کیریکٹر چاہیے اس کے نہ ہونے سے ان کے ہاتھ سے وہ مقصد بہت جلد کھو گیا۔"[42]

خلاصہ بحث:

آپ نے اپنے دور میں مسلمانوں کی اخلاقی واصلاحی تربیت میں بھرپور حصہ لیا اور ممکنہ وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو تعمیری سرگرمیوں میں صرف کیا۔ اور اپنے عہد میں اخلاق حسنہ کی ترویج میں بھرپور حصہ لیا۔ مولانا ایک بہت بڑے محقق، عظیم الشان مصنف اور زبردست عالم الدین اور مفسر تھے آپ ایک ہی وقت میں محقق بھی تھے مفکر بھی تھے اور مفکر کے ساتھ ساتھ محدث بھی تھے، فقیہ، مورخ اور فلسفی بھی تھے، ندوۃ میں علماء کی تربیت کا جو نقشہ تجویز کیا گیا تھا اس کے خدوخال یہ تھے کہ باعمل علما تیار کرنا، عصر حاضر کی انگریزی تعلیم میں مہارت پیدا کرنا، نسل نو کی تربیت سر فہرست تھی۔

مولانا سید سلیمان ندوی ان نابغہ روزگار ہستیوں میں ہیں جو کئی حیثیتوں سے علم وفن اور دین وادب کی مجلسوں کے صدر نشین رہے، وہ قرآنیات کے ایک متبحر عالم، فن حدیث کے جہری، فقہ وعلم الکلام کے ایک ماہر نکتہ شناس اور تاریخ اور سیرت ومغاری کے میدان میں شہ نشین ہونے کے ساتھ ہی زبردست ادیب، اردو زبان کے ایک اچھے انشاء پرداز دین وادب اور مذہب واخلاق کے معلم بلکہ اپنے عہد کے استاد کل تھے۔

حوالہ جات

1: الملک67:1

Al-Mulk67:1

2: آل عمران3:185

Al-Imran3:185

3: النساء4:78

Al-Nisa4:78

4: ڈاکٹر مصباح صغیر، ذہنی دباؤ سے بچاؤ: تعلیماتِ قرآن کی روشنی میں، ماہنامہ مراۃ العارفین، العارفین پبلی کیشنز، مارچ2023ء، ص:48

Dr. Misbah Sagheer, Depression Control according to Quranic Teachings, Monthly Mirat Al Arifeen, Al Arifeen Publications, March 2023, p:48

5: صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لکل داء دواء، رقم الحدیث:5741

Muslim, Book al-Salam, Chapter Li kulee…., No: 5741

6: سیدہ سعدیہ غزنوی، نبی کریم ﷺ بطور ماہر نفسیات، الفیصل ناشران، لاہور، 2018ء، ص27،28

Syeda Sadia Ghaznvi, the Holy Prophet PBUH as a Psychologist, Al Fasial, Lahore, 2018, p: 27, 28

7: سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام، رقم الحدیث:4297

Abi Dawood, Book Al-Malahim, Chapter fi.., No: 4297

8: صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب ماجاء ان الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر، رقم الحدیث:7420

Muslim, Book Al Zuhd Wa Raqaaiq, Chapter maa jaa.., No: 7420

9: الفجر89:27-30

Al-Fajar89:27-30

10: جامع ترمذی، کتاب الجنائز، باب موت المومن، رقم الحدیث:983

Tirmizi, Book Al-Janaiz, Chapter Moat Al Momin, No: 983

11: ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی، دروسِ سیرت اردو ترجمہ فقہ السیرۃ النبویۃ، ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی، نشریات، لاہور، 2007ء، ص:627

Dr. Razi Ul Islam Nadvi, Daroos E Seerat Trasnlation of Fiqh Al Seerah Al Nabvia, Dr. Ramzan Al Boti, Nashriyat, Lahore, 2007, p:627

12: غلام احمد پرویز، کتاب التقدیر، ادارہ طلوع اسلام، لاہور، 1971ء، ص339

Ghulam Ahmed Pervaiz, Kitab Al Taqdeer, Idara Taloo e Islam, Lahore, 1971, p: 339

13: تبریزی، مشکوۃ المصابیح، کتاب الجنائز، رقم الحدیث:1609

Tabrizi, Mishkat Al Masabih, Book Al-Janaiz, No: 1609

[1] ندوی، شاہ معین الدین، حیات سلیمان، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، 1973ء، ص4

[2] ایضاً، ص5

[3] حیات شبلی، ص400

[4] ایضاً، ص23

[5] حیات سلیمان، ص169، 170

[6] غلام محمد، بی اے عثمانیہ، تذکرہ سلیمان، ادا مجلس علمی کراچی، 1960ء، ص71

[7] سطوت ریحانہ، ڈاکٹر، عربی زبان وادب کے ارتقاء میں سید سلیمان ندوی کی خدمات، مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ، 2002ء، ص32، 33

[8] خلیق انجم، سید سلیمان ندوی، مکتبہ خلیل، لاہور، 1986ء، ص27، 26

[9] الاعظمی، محمد الیاس، ڈاکٹر، شبلی سخنوروں کی نظر میں، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، 2012ء، ص110

[10] تذکرہ سلیمان، ص40-41

[11] ایضاً، ص71

[12] عربی زبان وادب کے ارتقاء میں سید سلیمان ندوی کی تعلیمی خدمات، ص34

[13] سید سلیمان ندوی، ص169

[14] اویس ندوی، الفرقان، مارچ، لکھنؤ، 1945ء، ص25

[15] البلاغ تعلیمی نمبر، 1955ء، بمبئی، ص350

[16] معین الدین ندوی، مجلہ معارف، سلیمان نمبر، 1955ء، اعظم گڑھ، ص184-185

[17] سیرت النبی ﷺ، 6/13

[18] معارف، جنوری، 1940، ص25، فروری، 1940ء۔ جلد45، ص85، معارف مارچ 1940ء، جلد45، ص169، معارف اپریل 1940ء، ص245، معارف مئی 1940، جلد45، ص329

[19] سیرۃ النبی ﷺ، 5/311

[20] ایضاً، 5/316

[21] ایضاً، 5/325-326

[22] ایضاً، 5/537

[23] سیرت النبی ﷺ، 5/356

[24] البقرۃ 2:129

[25] سیرۃ النبی ﷺ، 6/6

[26] ایضاً، 4/156-163

[27] بنی اسرائیل 17:4

[28] لقمان 31:12

[29] سیرۃ النبی ﷺ، 6/7-8

[30] ایضاً، 6/6

[31] سیرۃ النبی ﷺ، 6/429

[32] ایضاً، 6/447

[33] ایضاً، 6/477

[34] ایضاً، 6/477

[35] ایضاً، 6/476

[36] سیرۃ النبی ﷺ، 6/509

[37] ایضاً، 6/520

[38] ایضاً، 6/528

[39] ایضاً

[40] ندوی، ابوالحسن علی، تاریخ ندوۃ العلماء، ندوۃ العلماء لکھنؤ، س ن، ص 52

[41] حیات سلیمان، ص 431

[42] حیات شبلی، ص 443